بسم اللہ الرحمن الرحیم

حج اور قربانی کے فضائل واحکام

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

حج اسلام کا پانچواں اور اسلامی عبادات کا چوتھا رکن ہے۔ ''حج'' کے لفظی معنی'' قصد وارادہ'' کے ہیں اسلام میں یہ لفظ خانہ کعبہ کے قصد وارادہ کے لیے استعمال ہوا ہے تا کہ وہاں جا کر بیت اللہ کا طواف اور مکہ معظمہ کے مختلف مقدس مقامات پر حاضر ہو کر کچھ آداب واعمال عبادت اور بندگی الٰہی کے طور پر بجالائے جائیں:

﴿قل صدق اللّٰہ فاتبعوا ملة ابراهیم حنیفا وما کان من المشرکین ٥ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکة مبارکا وهدی للعالمین فیه ایت بینت مقام ابراهیم ومن دخله کان امنا ولله علی الناس حج البیت من استطاع الیه سبیلا ومن کفر فان اللّٰہ غنی عن العالمین﴾ (آل عمران:۹۷)

''کہہ دیجیے کہ خدا نے سچ مایا پس شرک سے منہ موڑ کر ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کرو اور ابراہیم علیہ السلام مشرکوں میں سے نہ تھے۔ بیشک پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا وہ وہی ہے جو مکہ میں ہے، مبارک اور اہل عالم کے لیے راہ نما، اس میں کچھ کھلی ہوئی نشانیاں ہیں ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو شخص اس میں داخل ہوا وہ امن پانے والا ہے اور خدا کے لیے لوگوں پر اس گھر کا قصد کرنا فرض ہے جو شخص اس گھر کی طرف سفر کی طاقت رکھتا ہو اور جو اس قدرت کے باوجود اس سے باز رہے تو خدا دنیا والوں سے بے نیاز ہے''۔

ان آیات میں ملت ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے اور بیت اللہ کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خصوصی تعلق بتایا گیا ہے۔ اس کے بعد حج کی فرضیت کا اعلان کیا گیا ہے چونکہ ملت ابراہیمی کے بقایا میں حج ہی ایک ایسی عبادت تھی جس کے تمام اصول وارکان اسلام سے پہلے بھی اہل عرب کے یہاں بطور شعار کے رائج تھے صرف ان کا محل اور طریقہ استعمال بدل گیا تھا یا ان میں بعض مشرکانہ رسمیں داخل ہوگئی تھیں، اسلام نے ان کی اصلاح کر کے بیک مرتبہ ہی حج کے فرض ہونے کا اعلان کر دیا۔ اس کے برعکس دوسری عبادات یا تو اہل عرب میں وہ موجود ہی نہ تھیں اور یا پھر ان کی خصوصیات اور تفصیلات اسلام نے خود متعین کی ہیں اور ان کے لیے تدریجی طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے مثلاً نماز سے اہل عرب عام طور پر آشنا نہ تھے۔ تقریباً یہی حال زکوٰۃ کا ہے۔ چنانچہ نماز اور زکوٰۃ کی وہ آخری شکل جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کو قائم فرما کر گئے ہیں، شروع سے متعین نہیں کی گئی، بلکہ تدریجی طور پر اس کو لایا گیا۔ شروع شروع

میں قیود کم تھیں اور آسانیاں زیادہ۔ نماز کی رکعتیں پہلے کم تھیں بعد میں اضافہ ہوا ایسے ہی ابتدا میں نماز کی حالت میں سلام وکلام کی اجازت تھی بعد میں اس کو ممنوع قرار دیا گیا۔ زکوٰۃ پہلے صرف صدقہ وخیرات کی شکل میں جاری ہوئی، نصاب اور دوسری تفصیلات کا تعین بعد میں ہوا، روزہ ان کے یہاں غیر مانوس نہ تھا لیکن اسلام نے اس کے لیے بھی تدریجی انداز اختیار کیا، پہلے عاشورہ اور ایام بیض (ہر قمری مہینہ کی تیرھویں تاریخ) کے روزے ضروری قرار دیئے گئے پھر آگے چل کر رمضان کے روزوں کی فرضیت کا اعلان ہوا۔

نماز اور زکوٰۃ کے اندر خدائے برتر کی حکومت اور سلطنت کا سکہ دل پر قائم ہوتا ہے اور بندہ معبود برحق کی بارگاہ میں جسم وجان اور مال وزر کے مختلف عنوانات سے بندگی ونیاز کے تحفے پیش کرتا ہے۔

روزہ وحج میں سرتاپا جمال ومحبوبیت کی شان نظر آتی ہے، روزے کو لیجیے، محبت کا پہلا اثر کم خفتن (کم سونا) خوردن (کم کھانا) کم گفتن (کم بولنا) ہوتا ہے۔ روزہ دار دن بھر ان لذتوں سے کنارہ کش رہتا ہے، راتوں کو اٹھ اٹھ کر اپنی نیند خراب کرتا ہے اور اس طرح وہ عشق ومحبت کی ادائیں اختیار کرتا ہے۔

پھر رمضان کے بعد ایک مہینے کی اس مشق کے بعد اس کی سرمستی زور پکڑتی ہے، تو اس کو اب کوئے یار کی دھن لگ جاتی ہے اور سچا عاشق زیب وزینت کے تمام طریقوں کو خیرباد کہہ کر احرام باندھتا ہے اور کفن بردوش، شکستہ حال، پراگندہ بال، دیوانوں کی طرح ''لبیک لبیک'' کی صدائیں لگاتا ہوا دیار محبوب کا ذکر کرتا ہے، پھر منزل مقصود پر پہنچ کر اس گھر کے سامنے حاضری دیتا ہے جس کا کوئی مکین نہیں، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کے حسن وجمال کی کرنیں اس کے ایک ایک پتھر سے پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی ہیں اور عشاق کے دلوں کو مسحور کیے دیتی ہیں، ایسے دل فریب اور دل کش موقع پر یہ عاشق زار پھر وہی کچھ کرنے لگتا ہے جو مکتب عشق کا پرانا دستور ہے، یکبارگی دیوانہ وار اس گھر کا طواف شروع کر دیتا ہے، اس کے بعد منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کے لق ودق میدانوں کی صحرا نوردی بھی اس عشق ومحبت کو تیز سے تیز تر کرتی ہے۔

اس طرح اسلامی عبادات کے ذریعے انسانی فطرت کو اطاعت ومحبت الٰہی کا خوگر بنایا گیا ہے تاکہ اگر اطاعت اپنی جگہ کامل ہو تو محبت بھی اپنی جگہ خالص ہو، چونکہ جس طرح وہ محبت قابل اعتبار نہیں جس میں سرمو بھی خلاف کی گنجائش باقی ہو اسی طرح وہ اطاعت بھی قابل قبول نہیں جس میں روحانیت نہ ہو۔

حدیث شریف میں ہے کہ ذوالحجہ کے دس دنوں میں ایک دن کا روزہ ایک سال کے برابر ہے، اور ایک رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے خصوصاً عرفہ کے روزے اور عرفہ کے بعد والی رات کی عبادت کی بڑی فضیلت ہے۔ عرفہ کے روزے سے ایک سال کے اگلے اور ایک سال کے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور عید کی رات میں عبادت کرنے والے کا دل قیامت میں دہشت سے مردہ نہیں ہوگا۔

مستحب یہ ہے کہ چاند دیکھ کر قربانی کرنے تک قربانی کرنے والا شخص بال اور ناخن نہ کٹوائے اور نویں تاریخ کی صبح

سے تیرہویں تاریخ کی عصر تک متوسط بلند آواز میں ہر فرض نماز کے بعد خواہ مقتدی ہو یا امام یا منفرد .... اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد .... سب کے لیے پڑھنا واجب ہے البتہ عورتیں آہستہ پڑھیں۔ عید کے دن صبح اٹھنا، غسل کرنا، مسواک کرنا، نئے یا پاک وصاف عمدہ کپڑے (جو اپنے پاس ہوں اور شرعی وضع کے خلاف نہ ہوں) پہننا، خوشبو لگانا، عید کی نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا، اور عید کی نماز کے لیے جاتے ہوئے راستے میں بلند آواز سے تکبیر مذکور پڑھنا مسنون ہے۔

نماز عید کی ترکیب: دل میں نماز عید کی نیت کر کے تکبیر تحریمہ کہے، پھر ثناء پڑھے، اس کے بعد امام کے ساتھ تین تکبیریں کہیں۔ پہلی دو تکبیروں میں کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیں، تیسری تکبیر میں کانوں تک ہاتھ لے جا کر باندھ لیں۔ دوسری رکعت میں قرأت کے بعد تین تکبیریں کہیں اور تینوں میں ہاتھ چھوڑ دیں، چوتھی تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جائیں۔ نماز کے بعد خاموشی سے خطبہ سنیں اور راستہ بدل کر گھر واپس آجائیں۔

قربانی کی اہمیت: رسالت مآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد ہمیشہ مدینہ طیبہ میں قربانی فرمائی ہے۔ قرآن کریم کی آیات ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ میں اور ﴿إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ العالَمِيْنَ﴾ میں قربانی کا ذکر موجود ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مالدار آدمی قربانی نہ کرے، وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔ اس ارشاد میں ناراضگی کا اظہار ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ ایسے آدمی کو نماز عید نہیں پڑھنی چاہیے۔ قربانی کے جانور کے ہر بال کے عوض ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور قربانی کے خون کا قطرہ گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمالیتے ہیں اور قربانی کرنے والے کے تمام صغیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

قربانی کا مقصد: قربانی ایک عظیم عبادت ہے، اللہ تعالیٰ کے پاس اس کا گوشت اور خون پہنچانا مقصد نہیں۔ بلکہ مقصود اصلی یہ ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے، اخلاص ومحبت کے ساتھ حکم ربی کی بجا آوری کی جائے، اگر عبادات اخلاص ومحبت سے خالی ہوں تو صرف صورت اور ڈھانچہ باقی رہ جاتا ہے، اصل روح غائب ہوجاتی ہے، اسی لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر اخلاص کے ساتھ عمل کیا جائے۔

قربانی کس پر واجب ہے؟ قربانی ہر مسلمان عاقل بالغ پر واجب ہوتی ہے جس کی ملکیت میں ساڑھے باون تولہ (۶۱۳ گرام) چاندی یا اس کی قیمت کا مال اس کی حاجت اصلیہ سے زائد موجود ہو خواہ یہ مال سونا، چاندی یا اس کے زیورات ہوں یا مال تجارت یا ضرورت سے زائد گھریلو سامان یا رہائشی مکان سے زائد کوئی مکان ہو قربانی کے لیے اس مال پر سال بھر کا گذرنا بھی شرط نہیں ہے۔ بچے، مجنون اور مسافر پر قربانی واجب نہیں ہے۔ قربانی مرحومین کی طرف سے بھی کی جاسکتی ہے۔ استطاعت ہو تو بہتر ہے کہ اپنے مرحوم والدین یا دیگر بزرگوں جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی طرف سے قربانی کریں اس کا بڑا ثواب ہے۔ لیکن اس صورت میں اپنی طرف سے قربانی کرنا ساقط نہیں ہوگا۔ چنانچہ جن لوگوں پر قربانی واجب ہے ان کو اپنی طرف سے بھی قربانی کرنا ہوگی۔

چند اہم مسائل کا بیان: ❶ جس شخص پر قربانی واجب نہیں تھی اگر اس نے قربانی کی نیت سے کوئی جانور خرید لیا تو اس پر قربانی واجب ہوگئی۔ لیکن اگر یہی جانور گم ہو جائے تو دوبارہ اس پر جانور خرید کر قربانی کرنا واجب نہیں۔ ❷ قربانی کے صرف تین دن ہیں 11،10 اور 12 ذوالحجہ۔ دسویں ذوالحجہ کو نماز عید کے بعد بارھویں ذوالحجہ تک کسی بھی وقت قربانی کر سکتے ہیں، چاہے دن ہو یا رات لیکن دن میں کرنا افضل ہے۔ ❸ قربانی اگر کسی عذر سے رہ گئی تو اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ لیکن قربانی کے دنوں میں قیمت صدقہ کرنے سے قربانی نہیں ہوگی۔

قربانی کے جانور: بکرا، دنبہ اور بھیڑ میں صرف ایک ہی شخص کی طرف سے قربانی ہو سکتی ہے۔ لیکن گائے، بھینس اور اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہوتا ہے۔ قربانی میں ثواب کی نیت شرط ہے۔

جس جانور کے پیدائشی سینگ نہ ہوں یا درمیان میں سے سینگ ٹوٹ گیا ہو اس جانور کی قربانی کرنا درست ہے لیکن اگر سینگ جڑ سے اکھڑ گیا ہو اور اسکا اثر دماغ تک پہنچا ہو تو اس صورت میں ایسے جانور کی قربانی درست نہیں ہے۔ (شامی)۔

خصی جانور کی قربانی کا حکم: خصی جانور کی قربانی جائز بلکہ پسندیدہ ہے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی قربانی ثابت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن دو مینڈھے سینگوں والے، چتکبرے، خصی ذبح فرمائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کا ارادہ فرماتے تو دو مینڈھے موٹے تازے، سینگوں والے چتکبرے، خصی خریدتے تھے۔

(اعلاء السنن ج ۱۷/ ۲۵۵، ابن ماجہ ص ۲۳۲)

بکرا، بکری کا قربانی کے وقت ایک سال کا ہونا ضروری ہے جبکہ بھیڑ اور دنبہ اگر اتنا فربہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہو تو سال بھر سے کم بھی درست ہے اور گائے، بیل، بھینس دو سال کی اور اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے ورنہ قربانی جائز نہیں ہو گی۔

جن جانوروں کی قربانی جائز نہیں: اگر جانور، اندھا، کانا، یا لنگڑا ہے تو اس کی قربانی درست نہیں۔ اسی طرح ایسے مریض اور لاغر جانور کی قربانی بھی درست نہیں جو قربانی کی جگہ اپنے پیروں پر نہ جا سکے۔ اسی طرح ایسا جانور جس کی تہائی سے زیادہ دُم یا کان کٹا ہوا ہو تو اس کی بھی قربانی جائز نہیں ہے اسی طرح جس جانور کے دانت پیدائشی نہ ہوں یا اکثر ٹوٹ گئے ہوں تو اس کی بھی قربانی جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر پیدائشی طور پر کان بالکل نہیں ہیں تو بھی قربانی جائز نہیں ہے۔

اگر جانور صحیح خریدا تھا اور پھر اس میں کوئی عیب آ گیا تو اگر خریدنے والا صاحب نصاب نہیں ہے تو اس کے لیے اس عیب

دار جانور کی قربانی کرنا جائز ہے لیکن خریدنے والا اگر صاحب نصاب ہے تو پھر دوسرا جانور اس کے بدلے خریدنا لازم ہے۔

قربانی کے جانور کے اگر ذبح سے پہلے بچہ پیدا ہو گیا یا ذبح کرتے وقت اس کے پیٹ سے زندہ نکل آیا تو اس کو بھی ذبح کر دینا چاہئے۔ مالدار شخص کا قربانی کا جانور اگر گم ہو جائے تو اس کی جگہ دوسرا خریدنا لازم ہے۔

بڑے جانور کی قربانی میں شریک ہونے کے شرائط: گائے، بیل، بھینس اور اونٹ میں سات آدمی مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ شریک ہو سکتے ہیں:

❶ ...... تمام شرکاء مسلمان ہوں۔ ❷ ...... زیادہ سے زیادہ سات حصے دار ہوں۔ ❸ ...... سب کی آمدنی حلال ہو۔ ❹ ...... ثواب حاصل کرنے کی نیت سے شریک ہوں، اگرچہ ان کی قربانی کی جہت مختلف ہو، مثلاً، واجب قربانی، عقیقہ اور نفلی قربانی، بالفرض اگر کوئی شخص محض گوشت حاصل کرنے کی نیت سے شریک ہوگا تو سب کی قربانی درست نہیں ہو گی۔

گوشت کی تقسیم: جس جانور میں کئی حصہ دار ہوں تو گوشت وزن کر کے تقسیم کیا جائے۔ قربانی کا گوشت خود کھانا یا فریج میں اسٹاک کرنا جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ قربانی والے گوشت کے تین حصے کر دیئے جائیں، ایک اپنے لیے، دوسرا حصہ رشتہ داروں اور احباب کے لیے اور تیسرا حصہ صدقہ کر دیں۔ قربانی کا گوشت فروخت کرنا حرام ہے۔ اسی طرح ذبح کرنے والے قصائی کی اجرت میں گوشت یا کھال دینا بھی جائز نہیں۔ اجرت علیحدہ دی جائے۔

قربانی کی دعاء: جب جانور کو ذبح کے لیے قبلہ رو لٹائیں تو یہ مسنون دعا پڑھیں:

﴿ إِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفاً وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ﴾

پھر ﴿بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ أَكْبَرُ﴾ کہہ کر ذبح کریں اور اس کے بعد یہ دعا پڑھیں۔

﴿ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِيْبِكَ وَخَلِيْلِكَ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ﴾

اور اگر قربانی دوسرے کی طرف سے ہو تو پھر مذکورہ دعاء میں مِنِّيْ کی جگہ مِنْ کہہ کر ان کا نام لیں۔

کھال کے احکام: قربانی کی کھال کو اپنے استعمال میں لانا جائز ہے لیکن فروخت کر کے قیمت کو استعمال کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اس کا صدقہ کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح مؤذن یا امام کو حق الخدمت کی صورت میں کھال دینا جائز نہیں ہے۔

مدارس اسلامیہ کے غریب طلبہ ان کھالوں کا بہترین مصرف ہیں۔ اس میں صدقہ کا ثواب بھی ہوتا ہے اور احیائے دین کی خدمت میں بھی شرکت ہوتی ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ مدرسین اور ملازمین کی تنخواہ میں اس کا خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔

☆☆☆